خالدہ اختر

لاہور کی تاریخی، علمی اور ثقافتی حیثیت

لاہور دنیا کے قدیم ترین شہروں میں شمار ہوتا ہے۔ اس کا زمانہ موہنجوڈرو اور ہڑپہ کا زمانہ ہے لیکن ہم کو یہ خصوصیت حاصل نہیں ہے کہ یہ کبھی بے آباد نہیں ہوا، ہمیشہ آباد ہی رہا ہے۔ حفیظ جالندھری نے اپنی ایک نظم میں لاہور کی اس خصوصیت کو یوں بیان کیا ہے:

وہی لاہور ہے وہی در و بام　　وہی ہنگامۂ خاص و عام
زلزلے، آگ، آندھیاں، سیلاب　　لائے تشریف چل دیے ناکام[1]

اصلی لاہور دریائے راوی کے جنوب میں ایک میل اور ضلع کی شرقی حد سے تقریباً ۲۲ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ سطح سمندر سے یہ شہر ۷۰۶ فٹ کی بلندی پر ہے[2] لاہور کو مختلف مصنفین نے مختلف ناموں سے پکارا ہے۔ حتیٰ کہ ایک ہی مصنف نے اس کے کئی نام لکھے ہیں۔ مختلف مورخین اور جغرافیہ دانوں نے اس کو جن مختلف ناموں سے لکھا ہے، ان میں سے چند یہ ہیں: "لہانور"، "الاھوار"، "لھاور"، اور "لاہور" ہیں[3]۔

عموماً مشہور یہ ہے کہ مہاراجہ رام چندر اوتار کے فرزند مسمی "لو" نے یہ شہر آباد کیا تھا اور "لوپور" نام رکھا تھا۔ سینکڑوں بلکہ ہزاروں سال گزرنے کے سبب "لوپور" کا لفظ بگڑ کر "لاہور" ہو گیا۔

کئی سو سال یہ شہر پنجاب کا دارالحکومت رہا ہے۔ کبھی کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ اگرچہ شاہان چغتائی کی عملداری سے پہلے پنجاب کا دارالحکومت دیپال پور تھا، مگر بابر و ہمایوں کے عہد میں شہر لاہور ہی دارالسلطنت قرار پایا۔ جب اسلام کا زمانہ آیا اور مسلمان بادشاہوں نے کئی ملکوں میں قوت حاصل کی تو

---

[1] ابوالاثر حفیظ جالندھری "وہی لاہور" نقوش لاہور نمبر ۹۲ – فروری ۱۹۶۲ء – ص ۱۲۲

[2] محمد باقر، لاہور۔ لاہور پاسٹ اینڈ پریزنٹ، ص ۱ – لاہور، پنجاب یونیورسٹی پریس، ۱۹۵۲ء

[3] ایضاً

سلطان سبکتگین غزنوی نے پنجاب پر حملہ کیا، اس وقت بھی اس شہر کا نام لاہور تھا اور راجہ جے پال برہمن پنجاب کا فرماں روا لاہور میں صاحبِ تخت و تاراج تھا۔ پہلے اس شہر کی کھلی آبادی تھی۔ پھر اس کے گرد فصیل بنادی گئی۔ یہ بلند فصیل سکھوں کے عہدِ حکومت تک قائم رہی۔ انگریزوں کے عہدِ حکومت میں اس قدر بلند فصیل کو فضول تصور کیا گیا۔ چنانچہ پہلے نصف اور دوسری دفعہ باقی ماندہ فصیل بھی گرادینے کا حکم ہوا[۴]

لاہور بے شمار تاریخی ادوار سے گزر چکا ہے اور ہر تاریخی دور میں اس کو علم و حکمت کے لحاظ سے مرکزی حیثیت حاصل رہی ہے، خصوصاً مسلمانوں کے عہد میں اس کی شہرت چاردانگ عالم میں تھی۔ جہاں تک تعلیمی ترقی کا تعلق ہے، وقت کے حکمرانوں کی بیشتر توجہ اس شہر کے علمی اداروں کی ترقی پر مرکوز رہی۔ سلاطینِ دہلی اور مغل بادشاہوں کے آثارِ قدیمہ اس امر کی روشن دلیل ہیں[۵]

خاندانِ مغلیہ کا دورِ حکومت برِصغیر پاک و ہند کی تاریخ کا ایک زرّیں باب ہے۔ اسے قدرت کی ستم ظریفی سمجھیے یا درسِ عبرت کہ اس سرزمین کے مسلمانوں کی سطوت و اقبال کا اختتام ایک ایسے باب پر ہوا کہ جس کے ایک ایک صفحے پر ایسی دلآویز اور پرشکوہ داستانیں بکھری پڑی ہیں، جن کے سامنے تمام گزشتہ حکایتوں کی دلچسپیاں ماند پڑ جاتی ہیں۔ یہ عہد اس برِصغیر میں مسلمانوں کے دورِ حکومت کا نقطۂ عروج ہے۔ کیوں کہ اس زمانے میں مسلمان سیاسی، ثقافتی، علمی اور ادبی غرض ہر گوشے اور ہر میدان میں انتہائے کمال پر نظر آتے ہیں۔ اسی خاندان کا پہلا فرماں روا بابر خود صاحبِ علم اور علما و فضلا کا مربی تھا۔ اس کے بعد ہمایوں بھی علمی رجحانات لے کر اٹھا۔ بعد ازاں اکبر کا عہد بھی علم و فضل کا مرقع نظر آتا ہے۔ سید محمد لطیف کا یہ بیان قابلِ غور ہے کہ "لاہور پنجاب کا پہلا شہر ہے، جسے مغلیہ سلطنت کے قیام پر فائدہ ہوا۔ ابتدائی مغل شہنشاہوں کے زمانے (جسے لاہور کی تاریخ کا درخشاں باب کہا جاتا ہے) میں ہی لاہور شاہی مستقر بن گیا۔ یہ بادشاہ علم و ادب کے بہترین سرپرست تھے۔ ان کی شاہانہ عنایات سے لاہور جلد ہی علوم و معارف کے مرکز کی حیثیت اختیار کر گیا اور یہ شہر ادبا، شعرا، مورخین

---

[۴] رائے بہادر کنہیالال، تاریخ لاہور۔ ص ۸۔ لاہور، وکٹوریہ پریس ۱۸۸۴ء

[۵] خواجہ نور الٰہی "پنجاب پبلک لائبریری" نقوش لاہور نمبر ۹۲۔ فروری ۱۹۶۲ء ص ۹۰

اور علمائے معقول و منقول کا ملجا و ماویٰ قرار پایا۔ یہ ارباب کمال بخارا، سمرقند، ماوراءالنہر اور دوسرے ایشیائی ممالک سے کشاں کشاں لاہور میں جمع ہو گئے تھے [۵۹]

دورِ حاضر میں بھی یہ شہر ہماری تہذیبی اور تعلیمی زندگی میں شہ رگ کی حیثیت رکھتا ہے۔ پاکستان کی سب سے قدیم اور مشہور دانش گاہ (پنجاب یونیورسٹی) اسی شہر میں ہے۔ کالجوں اور سکولوں کی سب سے زیادہ تعداد اسی شہر میں ہے۔ علمی دنیا میں اس کی مرکزی حیثیت کا انحصار اس امر پر ہے کہ یہاں کتب خانوں کی تعداد سب سے زیادہ ہے اور اس پر طرہ یہ کہ پاکستان کے دو قدیم ترین اور ہر لحاظ سے بڑے کتب خانے بھی اسی شہر کی شہرت کو دوبالا کیے ہوئے ہیں۔ قدیم اور تاریخی عمارات بھی سب سے زیادہ اسی شہر میں ہیں۔ یہاں کے باغات، مزارات اور نوادر امتدادِ زمانہ کی ابھری ہوئی تصویریں ہیں۔ یہاں کی مساجد، مسلمانوں کے عہدِ گزشتہ کی زریں یادگار ہیں۔ یہاں کا شاہی قلعہ، شالامار باغ، جہانگیر کا مقبرہ مغل دور کی یاد دلاتا ہے۔ حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت میاں میرؒ کے مقابر مسلمانوں کی روحانیت کے علم بردار ہیں۔ یہاں کے کالج تعلیم و تدریس کی ایک ایسی شمع روشن کیے ہوئے ہیں، جس کی روشنی سے سارا پاکستان جگمگا رہا ہے۔ یہ وہ خطۂ پاکستان ہے، جہاں مجدد الف ثانی جیسی ہستیوں نے دین کی شمع کو از سرِ نو روشن کیا اور مخلوقِ خداوندی کے ایمان تازہ کیے۔ لاہور کی سرزمین اپنے اندر بے شمار بزرگانِ دین کے علاوہ کئی تاریخی ہستیوں کو چھپائے ہوئے ہے۔ "مغلوں کے عہد فرماں روائی کی واحد دانش ور ملکہ نورجہاں اسی لاہور میں آسودۂ لحد ہے۔ ہندوستان کا پہلا مسلمان فرماں روا قطب الدین ایبک اسی لاہور میں ابدی نیند سو رہا ہے۔ جہانگیر بادشاہ یہیں مدفون ہے۔ ممتاز محل کا والد آصف خاں بھی یہیں محوِ خواب ہے۔ حتیٰ کہ مشرق کی نشاۃِ ثانیہ کے محرک اور پاکستان کے نقاش علامہ اقبال بھی اسی خاک کے مدفن میں سوئے ہوئے ہیں۔ سکھوں کے پہلے تاج دار رنجیت سنگھ کی سمادھی بھی لاہور ہی میں ہے" [۶۰] بہر حال بہت سے مشہور علما اور معروف فضلا اس شہر میں محوِ استراحت ہیں۔

---

[۵۹] سید محمد لطیف، لاہور۔ اِٹس ہسٹری، آرکیٹکچرل ریمنز اینڈ اینٹیکوٹیز، ص ۲۱۔ لاہور۔ سید منہاج الدین، ۱۹۵۶-۵۸

[۶۰] شورش کاشمیری، سیاسی تحریکیں، نقوش لاہور نمبر ۹۲ فروری ۱۹۶۲

لاہور پاکستان کا دل ہے۔ یہ علاقہ اپنی تاریخی، عمرانی، صنعتی اور معاشی خصوصیات کے اعتبار سے بہت اہمیت کا حامل ہے۔ اس علاقے کی اپنی روایات و خصوصیات ہیں، جن کا عکس شہر لاہور میں اپنی پوری رنگا رنگی کے ساتھ نظر آتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ کسی مقام کی عظمت و اہمیت اس کی تہذیبی ثقافتی روایت سے وابستہ ہوتی ہے جو وہاں کے رہنے والے قائم کرتے ہیں۔ اس لحاظ سے زندہ دلانِ لاہور ایسی روایت قائم کرنے میں ایک منفرد حیثیت رکھتے ہیں۔

"المعارف" کے دو شمارے مطلوب ہیں

ہمیں دفتر کے لیے ماہ مارچ ۱۹۷۵ء کے دو شمارے مطلوب ہیں۔ اگر کسی صاحب کے پاس ہوں تو قیمت لگا کر مندرجہ ذیل پتے پر بذریعہ وی پی ارسال فرما دیں۔ مہربانی ہوگی۔

محمد اسحاق بھٹی
مدیر "المعارف"
کلب روڈ۔ لاہور